CS (MAIN) EXAM:2018

EGT–C–URD

اردو

(کمپلسری)

مقررہ وقت : 3 گھنٹے	کل مارکس : 300

سوالات سے متعلق خصوصی ہدایات

برائے مہربانی ذیل کی ہر ہدایت کو جواب لکھنے سے پہلے توجہ سے پڑھ لیں

تمام سوالوں کے جواب لکھنے ہیں۔

ہر سوال یا سوال کے حصے کا نمبر اس کے سامنے درج ہیں۔

جواب اردو (فارسی رسم الخط) میں لکھیے۔

سوالوں کا طے شدہ الفاظ میں ہی جواب دیں۔ الفاظ کی تعداد حد سے زیادہ یا کم ہونے کی صورت میں نمبر کاٹے جا سکتے ہیں۔

اگر کسی صفحہ یا صفحے کے کسی حصے کو خالی چھوڑنا مقصود ہے تو اس پر کاٹ کا نشان لگا دیں۔

URDU

(Compulsory)

Time Allowed : Three Hours	Maximum Marks : 300

QUESTION PAPER SPECIFIC INSTRUCTIONS

Please read each of the following instructions carefully before attempting questions

All questions are to be attempted.

The number of marks carried by a question/part is indicated against it.

Answer must be written in URDU (Urdu script) unless otherwise directed in the question.

Word limit in questions, wherever specified, should be adhered to and if answered in much longer or shorter than the prescribed length, marks may be deducted.

Any page or portion of the page left blank in the Question-cum-Answer Booklet must be clearly struck off.

1۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر تقریباً 600 الفاظ پر مشتمل مضمون لکھیے : 100

(a) جمہوریت میں عدالت کا کار مفوضہ

(b) ماحولیات اور خود انحصاری

(c) عالمگیریت میں زبان کا کردار

(d) ہندوستانی اقتصاد اور اس کے چیلنج

2۔ مندرجہ ذیل اقتباسات کو غور سے پڑھیے اور درج شدہ سوالات کے جامع اور مختصر جواب لکھیے : 12×5=60

گاندھی جی کی جانب دنیا کی توجہ اس لئے مبذول ہوئی کیونکہ انہوں نے قوتِ وحشی کے بجائے قوتِ ارادی کو اسلحہ کے طور پر فروغ دیا ، توپوں اور مشین گنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے عدم تشدد کا سہارا لیا۔ مگر قابلِ غور یہ امر بھی ہے کہ انہوں نے عدم تشدد کا سہارا کیوں لیا؟ کیا اس لئے کہ وہ تشدد کو ذریعہ بنا کر انگریزوں سے ہندوستان آزاد نہیں کروا سکتے تھے؟ یا اس لئے کہ وہ معاشرے کو یہ اخلاقی تعلیم دینا چاہتے تھے کہ انسان جب تک قوتِ وحشی کے آلات و ابزار استعمال کرنے پر مجبور ہے وہ مرد کامل کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا؟ اول الامر یہ کہ عدم تشدد کمزور اور لاچار لوگوں کا ذریعۂ دفاع ہے۔ مراد کہ توپیں ہمارے پاس نہیں ہیں تو ستیہ گرہ ہی سہی۔ مگر دوسرا تناظر یہ کہ عدم تشدد انسانی ارتقاء و ترقی کا ذریعہ بھی قرار پاتا ہے اور اس کی پاکیزگی ثابت کرنے کی شہادت بھی دیتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ گاندھی جی کی قیادت میں ، انگریزوں کے خلاف لڑ رہے ہندوستانیوں کا خیال بھی یہی تھا کہ چونکہ ان کے پاس انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے لازم ذرائع موجود نہیں ہیں اس لئے انہوں نے عدم تشدد کو ہی بطور اسلحہ اختیار کر لیا ہے۔ حالانکہ گاندھی جی اس تناظر کے قطعی قائل نہیں تھے۔ عدم تشدد گنوا کر ہندوستان آزاد کرانے کے وہ بالکل حامی نہیں تھے۔ ہندوستانی آزادی ایک عظیم ہدف تھا لیکن اس سے بڑا مقصد انسانی فطرت میں تبدیلی لانا تھا۔ اس پیغام کے ذریعہ انسانی معاشرہ کو یہ معتقد کرانا تھا کہ جن اہداف کی حصولی کی کوشش میں قوامی وحشی کے ابزار استعمال کئے جاتے ہیں انہیں کو انسانی اقدار سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

گاندھی جی کا اہم مقصد نہ صرف اپنے اہلِ ملک کی تکالیف کا مداوا کرنا تھا بلکہ انسانی فطرت میں منجمد وحشی پن کو مسدود کرنا بھی تھا۔ نفرت ، غیظ و غصہ اور قوت منفعلہ فقط حیوانات میں ہوتی ہے اور اپنے دشمن کا مقابلہ بھی انہیں کے ذریعے کرتے ہیں۔ مگر انسان اور حیوان میں فرق ہوتا ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ وہ اپنی اضطرابیت پر لگام کسے اور اپنی روزمرہ زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں ان تدابیر کو عمل میں لائے اور جو حیوانات کے لئے دشوار مگر انسان کے لئے ان کی دستیابی آسان ہوتی ہے۔

یہ سوال بھی درپیش ہے کہ گاندھی جی نے ایسا مصمم ارادہ کیوں کیا؟ اور عدم تشدد کا آغاز کسی اور ملک میں نہ ہو کر صرف ہندوستان میں ہی کیوں ہوا؟ بہت سے حضرات اس سوال کو ایک حادثہ کہہ کر ٹال دیں لیکن یہ حادثہ تھا ہی نہیں۔ بعض کے مطابق ستیہ گرہ یا عدم اطاعت کا تصور امریکی مفکر تھوروں نے بھی پیش کیا تھا اور اس کی کچھ جھلک روس کے صوفی منش ادیب ٹالسٹائیہ کو بھی دریافت ہو چکی تھی۔ گاندھی جی تھوروں اور ٹالسٹائیہ دونوں کے افکار سے واقف تھے۔ اپنے ملک میں بھی گاندھی جی سے قبل اربندو عدم مشارکت اور عدم اطاعت کا مشورہ ملک کے روبرو پیش کر چکے تھے۔ تاہم یہ سوال درپیش ہے کہ اس کا عمل پہلے پہل ہندوستان میں ہی کیوں ہوا؟ اس کا جواب واضح ہے کہ قوت ارادی وحشی طاقت سے ارشد ہے ، اس حقیقت سے واقفیت جتنی اہلِ ہند کو تھی دیگر ممالک کے لوگوں کو نہیں تھی۔ تھوروں ، ٹالسٹائیہ یا امرسن اور رومیا ٹولاں میں جب بھی اس قسم کا جذبہ محرک ہوا ، اس کے پسِ پشت ہندوستانی فلسفے کی اضطرابیت کارفرما تھی۔ عدم اطاعت کا تصور ہندوستانی فلسفہ میں موجود تھا اور اس تصورت کی تفہیم بھی وہی شخص کر سکتا تھا جو یا تو ہندوستانی فلسفہ سے مطلع و آگاہ ہو اس کی طرزِ فکر سے اتفاقاً آشنا ہو گیا ہو۔ تھوروں اور ٹالسٹائیہ کے روبرو یہ دونوں ہی اختیارات تھے اور اربندو تو تھے ہی ہندوستانی۔

سوالات

(a) گاندھی جی کی جانب دنیا کیوں مبذول ہوئی؟ 12

(b) گاندھی جی نے آزادی حاصل کرنے کے لئے عدم تشدد کو ہی کیوں مرکزی حربہ اپنایا؟ 12

(c) مصنف کے مطابق انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے؟ 12

(d) عدم تشدد کا عمل ہندوستان میں ہی کیوں شروع ہوا؟ 12

(e) عدم اطاعت کے تصور کی مکمل تفہیم کون کر سکتا ہے؟ 12

3. مندرجہ ذیل اقتباس کی تلخیص تقریباً ایک تہائی حصہ میں اپنے لفظوں (اردو) میں لکھیے۔ کوئی عنوان پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ 60

ماضی کے برعکس زمانۂ حال کا انسان تاریخ اور زمان کے قواعد و قوانین سے بہتر آگاہ ہے۔ درحقیقت وہی تاریخی شخص ہے اور تاریخ سے اس کی قربت جدیدیت کا مترادف ہے۔ عہدِ وسطیٰ میں مذہبیت جسے مرکزیت حاصل تھی نے اپنا سر تاریخ کے روبرو خم کر دیا۔ اسی کے سبب انسان قدرتی و فطری لباس میں ملبوش نہ ہو کر تاریخ کے سایہ میں زندگی بسر کرتا ہے۔ تاریخ کے ضمن میں ہر واقعہ ماضی کے واقعات کے نسبت نیا و تازہ ہے۔ آج جو واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے وہ اس سے قبل کبھی حادث نہیں ہوا۔ انسان کے اس تدریجی ارتقائی فکر سے قدیم اہلِ یونان لاعلم و نا آشنا اور ہندوستانی مفکرین غیر مانوس تھے۔ ان کے روبرو زمان مستطیل ارتقائی شکل میں نہیں بلکہ چرخ کی صورت میں جاری و ساری تھا۔ پہلے اقدار و سنت انسان کے اندر تھیں جن سے اس کی زندگی کا طریقۂ کار منظم تھا مگر اب تاریخ انسان کے مستقبل کا تصمیم کار سنن و مراسم کی تلاش میں وہ ماضی کی جانب دیکھتا ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ تاریخ کا غلبہ جس قدر آج اس کی زندگی پر حاوی ہے اس قدر کبھی نہیں رہا اور یہ بھی سچ ہے کہ آج انسان تاریخ اور زمان سے پوری طرح متشنج و پریشان ہے۔ ۱۹ ویں صدی کی تاریخ میں آزاد ریاست کی تاسیس کے پیغام سے انسانی ارتقا اور شخصی آزادی کا احساس ظہور پذیر ہوا تھا مگر وقت کی گردش کے ساتھ وہ پیغام پیروڈی میں منتقل ہوتا نظر آ رہا ہے۔ مستقبل تعین کرنے والے قواعد و قوانین اور فارمولے اب بھی موجود ہیں مگر ۲۰ ویں صدی کے مظالم و اثر زبائی کے اثرات اس قدر عمیق اور گہرے ہیں کہ مستقبل کے بند کمروں کے چہار چوب میں وہ فٹ نہیں ہوتے۔ کیسا ہے یہ علمی، منطقی، موقر اور تکبر آمیز ثروت نمای نظام جس کے سبب انسان آج خود ہی اپنے آپ مستقبل کو غیر محفوظ، دہشت زدہ اور غیر معتمد محسوس کر رہا ہے۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم انسانی مستقبل کے بارے میں لاعلم ہیں۔ موجودہ زمانے کے انسان نے تاریخی شواہد سے متاثر ہو کر مستقبل کے متعلق جو تصورات اور امکانات منکشف کئے ہیں ان کی بنیاد پر مستقبل کل کی مجموعی تجربہ گاہ تعمیر کی جا سکتی ہے مگر اس قسم کے مستقبل کا کوئی ربط و تعلق زمانۂ حال کی دہشت و خوف سے نہیں ہے بلکہ یہ بھی کہا جائے کہ زمانہ حال کی دہشتوں سے محفوظ رہنے کے لئے تاریخی مستقبل کی تعمیر کی گئی ہے خواہ وہ عدم طبقاتی جامعہ کا خواب ہو یا روبوٹ کی فنی دنیا۔ ہم حقیقت میں نہیں زندگی بسر کر رہے ہیں اور حیرت انگیز بات یہ بھی ہے کہ انسان کی موت کو جلاوطن دے دی گئی ہے کیونکہ خود وہ اپنی موت سے خوفزدہ ہو کر مستقبل میں پناہ گزین ہو گیا ہے۔

دور جدید کا یہ افسوس ناک المیہ ہے کہ ایک طرف انسان تاریخ آشنائی سے خوفزدہ ہے اور دوسری جانب مردہ ماضی اور فرضی مستقبل کے مابین خود تاریخ کا سرچشمۂ حیات خشک ہو گیا ہے۔ جس طرح ندی میں غرق ہوتا شخص پانی سے کوئی رشتہ مرتبت نہیں کر پاتا اسی طرح تاریخ میں غرق انسان وقت کا درد محسوس نہیں کر سکتا۔ وہ تاریخ سے متاثر تو ہو سکتا ہے مگر مرگ و حیات کا شاہد نہیں بنا سکتا۔ وہ تاریخ جو زمانہ حال میں انسان کی شاہد نہ بن سکے۔ اس کی معنویت کیا ہے؟ یہی سبب ہے کہ انسان کے لئے تاریخ کا مفہوم ایک قسم کی توہم پرستی بن کر رہ گئی ہے جس سے وہ مستقبل کے معنی اخذ نہیں کرتا بلکہ زمانۂ حال سے بھی دامن بچانا چاہتا ہے لیکن کیا ہم زمانۂ حال سے دامن بچا سکتے ہیں؟ کیا زمانۂ حال وہ مرکزی نقطہ نہیں ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی فنا پذیری کے باوجود تاریخ میں اپنے مقام کو مکمل طور پر سمجھنے کے قابل ہے۔ وہ مقام جہاں ایک طرف فنا پذیر ہے مگر تاریخ میں زندہ ہے۔ یہ قسمت اس کے ذاتی زمانہ ماضی سے تعلق رکھتی ہے، مگر اس کے ساتھ وہ انسان کے پورے مستقبل کو بھی روشن کرتی ہے جس میں دوسرے انسانوں کی بھی قسمت جڑی ہوئی ہے۔

20

4- مندرجہ ذیل اقتباس کا انگریزی میں ترجمہ کیجئے :

عصر جدید اطلاعاتی ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ اطلاعات اور ٹیکنالوجی سائنس کی دنیا میں ہوئے جدید انکشافات میں اعلیٰ ترین کامیابیوں میں سے ہے جس سے بشریت بیحد مستفیض ہوئی ہے۔ ہم آج دنیا کے کسی بھی گوشے میں بیٹھ کر ان سائنٹفک ابزار کے ذریعے کوئی بھی اطلاع حاصل کر سکتے ہیں۔ اطلاع یابی کی اس سہولت نے ملکوں کے مابین فاصلے ختم کر دیے ہیں گویا پوری دنیا سمٹ کر ہماری مٹھی میں آگئی ہے۔ سائنسی ترقی کے اس عہد میں عالمگیریت اور عالمی بھائی چارہ پورے عروج پر ہے۔

یاد کریئے اس دور کو جب ڈاک رسانی کا کوئی مستقل نظام نہیں تھا۔ ہرکاروں کے ذریعے پیغامات پہنچائے جاتے تھے جس میں خاصا وقت درکار ہوتا تھا۔ اُس دور میں یہ مسائل کس قدر دشوار و مشکل تھے آج اندازہ لگانا آسان نہیں ہے۔ وقت نے کروٹ لی اور مسلسل نئے نئے تجربے عمل پذیر ہوئے جس کے سبب ڈاک ، تار برقی اور ٹیلی فون وغیرہ کے نظام منظم ہوئے۔ خطوط کے ذریعے پیغامات کا ارسال ہونا شروع ہوا۔ زندگی کی رفتار تیز ہوگئی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے بھی اس جانب قدم بڑھائے اور کمپیوٹر کی آمد سے عالم اطلاع و ٹیکنالوجی میں انقلاب رونما ہوگیا۔ انٹرنیٹ کے ارتقاء سے تمام کمپیوٹروں میں باہمی پیوند و ترسل ایجاد ہوا جس سے ترسیل و ابلاغ کی سہولت میں رفتار تیز ہوئی۔ اطلاعات کی دنیا میں نئی نئی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور جدید سے جدید تر اطلاع فوراً مل جاتی ہے۔ آج انسان اپنے صنعتی پیداوار کا اشتہار بآسانی دنیا میں ہر جگہ کر سکتا ہے۔ سُنتی اسلحہ کے بغیر جنگیں لڑی جا سکتی ہیں۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولت آج ہر گھر میں دستیاب ہے جس سے ہوائی جہاز کے سفر ، ریلوے اور بس یا سینیما کی ٹکٹیں آسانی سے بُک کی جاسکتی ہیں۔ ریزرویشن اسٹیٹس کا حال بھی انہیں ذرائع سے دستیاب ہو جاتا ہے۔ اس طرح راستوں کی حالت اور ٹریفک کا حال بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ انٹرنیٹ اور موبائل کی سہولت کی وجہ سے گھر بیٹھے ہر مطلوبہ چیز کی فرمایش کی جا سکتی ہے۔ فی الحقیقت اطلاع و ابلاغ کا یہ سب سے سستا طریقہ ہے۔

5. حسب ذیل اقتباس کا اردو میں ترجمہ کیجیے : 20

Democracy stands much superior to any other form of government in promoting dignity and freedom of the individual. Every individual wants to receive respect from fellow beings. Often conflicts arise among individuals because some feel that they are not treated with due respect. The passion for respect and freedom are the basis of democracy. Democracies throughout the world have recognized this, at least in principle. This has been achieved in various degrees in various democracies. For societies which have been built for long on the basis of subordination and domination, it is not a simple matter to recognize that all individuals are equal.

Take the case of dignity of women. Most societies across the world were historically male dominated societies. Long struggles by women have created some sensitivity today that respect to and equal treatment of women are necessary ingredients of a democratic society. That does not mean that women are equally always treated with respect. But once the principle is recognized, it becomes easier for women to wage a struggle against what is now unacceptable legally and morally.

6. (a) مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیے : 2×5=10

(i) اسم فاعل ترکیبی کی تعریف مع امثال واضح کیجیے۔

(ii) اضافت کی تعریف کیجیے اور مختلف اضافت کے طریقے مثالوں سے واضح کریں۔

(iii) حاصل مصدر کی تعریف کیجیے اور امثال لکھیے۔

(iv) ضرب المثل کسے کہتے ہیں؟ چار مثالیں دے کر واضح کیجیے۔

(v) جمع مکسر اور جمع الجمع مع امثال واضح کیجیے۔

(b) درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھئے : 2×5=10

(i) عدم

(ii) امن

(iii) منظوم

(iv) سعادت

(v) متاخر

(c) مرثیہ کی تعریف کیجئے اور دکنی (اردو) کے دو مشہور مرثیہ نگاروں کے نام لکھئے۔ 10

(d) درج ذیل مشہور کتابوں کے مصنف کے نام بتایئے : 2×5=10

(i) علی نامہ

(ii) محکاتہ جاوید

(iii) خطبات احمدیہ

(iv) دریائے لطافت

(v) معصومہ (ناول)

* * *